27

ہدایات کی پابندی اور اطاعت

(فرمودہ ۳؍ اگست ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

ہر ایک چیز جو دنیا میں پائی جاتی ہے وہ اپنے ساتھ کچھ خصوصیات رکھتی ہے۔ اور جب تک ان خصوصیات کو مد نظر نہ رکھا جائے اور ان کی نگہداشت نہ کی جائے وہ چیز فنا ہو جاتی ہے۔ اور ہر چیز مختلف اوقات میں مختلف خصوصیات رکھتی ہے۔ اگر ان خصوصیات کی نگہداشت نہ ہو تو اس وقت ہلاک ہو جاتی ہے۔ انسان ہی کو لے لو۔ اس کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔ کسی وقت اور حالت میں ہوتا ہے۔ اس وقت اس کی خصوصیات اور ہوتی ہیں۔ کسی وقت اس سے مختلف حالت میں ہوتا ہے اس وقت اس کی خصوصیات بھی مختلف ہو جاتی ہیں۔ جب اولاد باپ کے جسم میں ہوتی ہے اس وقت اس کی غذائیں اور ہوتی ہیں اور اس وقت اس کی نگہداشت کے لئے اور چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر جب بچہ ماں کے پیٹ میں چلا جاتا ہے تو اس کی پہلی حالت بدل جاتی ہے۔ بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جو کہ بعض غذاؤں کے کھانے یا بعض بد پرہیزیوں کے کرنے سے ان کے وہ جرمز مر جاتے ہیں جن سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ مگر جب ماں کے پیٹ میں بچہ چلا جاتا ہے تو وہ غذائیں اور بد پرہیزیاں ماں کے پیٹ میں بچہ کو ضرر نہیں پہنچا سکتیں بلکہ اس وقت اور احتیاطوں اور پرہیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر وہ نہ کئے جائیں تو بچہ ضائع ہو جاتا ہے۔ باپ کتنا اچھلے کودے۔ اس کے جسم سے اچھلنے کودنے کی وجہ سے اولاد پیدا ہونے کا مادہ ضائع نہیں ہو گا۔ لیکن جب بچہ ماں کے پیٹ میں چلا جائے تو ماں کے لئے اتنی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے کہ کہیں اونچا نیچا قدم نہ پڑ جائے۔ اب چونکہ بچہ کی حالت بدل گئی اس لئے احتیاطیں بھی بدل گئیں۔ غذائیں بدل گئیں۔ وہ ادویات جو مرد کھا کر قوت حاصل کرتے ہیں وہ اگر عورت کھا لے تو بچہ ضائع ہو جائے۔ پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو حالت اور ہو جاتی ہے۔ ابھی چند منٹ پہلے اگر کسی ذریعہ سے ہوا کا جھونکا بچہ کے ناک تک پہنچا دیا جاتا تو وہ مر جاتا ہے لیکن پیدا ہونے کے بعد اگر معاً اس کے پھیپھڑوں میں ہوا

نہیں جاتی تو مرجاتا ہے۔ پہلے وہ ایک اندھیری کوٹھڑی میں رہتا تھا۔ اگر وہاں سے اسے جدا کیا جاتا تو مرجاتا لیکن اب اگر اسے اندھیری جگہ میں رکھا جاتا ہے تو مرجاتا ہے۔ پہلے جس جگہ وہ رہتا تھا اس کو اگر خشک کر دیا جاتا تو مرجاتا۔ لیکن اب اگر اسے بھگو کر رکھا جاتا ہے تو نمونیہ ہو کر مرجاتا ہے تو حالات بالکل بدل گئے۔ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس وقت اگر کسی طرح غذا اس کے پیٹ میں پہنچا دی جائے تو مرجائے گا۔ لیکن جب پیدا ہو جائے اس وقت اگر غذا نہ دی جائے تو مر جائے گا۔ چند سیکنڈ ماں کے پیٹ سے باہر آنے میں بچہ کو لگتے ہیں۔ لیکن اسی میں حالت بالکل بدل جاتی ہے۔ پیدا ہونے سے قبل بعض احتیاطوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اگر نہ کی جائیں تو بچہ مر جاتا ہے لیکن پیدا ہونے کے بعد اور احتیاطوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اگر نہ کی جائیں تو بچہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

پھر بچپن کی حالت ہوتی ہے۔ دودھ پینے کی حالت میں اگر بچہ کو کوئی روٹی یا بوٹیاں کھلا دے تو وہ مرجائے گا۔ بچہ میں خود تو چبانے کی طاقت نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی بیوقوف ماں یا رشتہ دار چبا کر بچہ کے منہ میں ڈال دے تو وہ بیمار ہو کر مرجائے گا۔ مگر بڑے ہو کے اگر اسے صرف دودھ پر رکھا جائے تو مرجائے گا کیونکہ جب بچہ تھا اس وقت اس کی غذا دودھ تھی۔ جب دانت نکل آئے تو اور غذا ہو گئی۔ اس وقت دودھ پر وہ گزارہ نہیں کر سکتا لیکن بچپن میں وہ ان غذاؤں پر گزارہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بعد پھر اور تغیر ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ بچہ کو اگر آزاد نہ چھوڑا جائے تو وہ دماغی ترقی نہیں کر سکتا۔ اس وقت ضرورت ہوتی ہے کہ بچہ آزاد چھوڑا جائے تاکہ وہ کھیلے کودے۔ مگر کچھ عرصہ بعد ایک اور زمانہ آتا ہے اس وقت اگر اس کا دماغ کسی خاص طرف نہ لگایا جائے تو وہ بالکل غبی اور کند ذہن ہو جاتا ہے۔ وہی بچہ جسے پانچ چھ سال پہلے اگر کسی دماغی کام پر لگایا جاتا تو اس کا دماغ خراب ہو جاتا۔ اسی کو اگر آٹھ دس سال کی عمر میں دماغی کام پر نہیں لگایا جاتا تو اس کا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ کتنی الٹ بات ہے پھر بچہ اس سے اوپر ترقی کرتا ہے۔ اور بالغ کامل ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں اور پہلے زمانہ میں عظیم الشان فرق ہوتا ہے۔ پہلے زمانہ میں تو اس کے متعلق احتیاط یہ تھی کہ اسے اپنے اندر بڑھنے اور مضبوط ہونے دیا جائے۔ اس کے والدین اس کے استادوں اور نگرانوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کے اندر ترقی ہو۔ اور اگر وہ جہالت یا غلطی یا بدصحبت کی وجہ سے اپنی طاقتوں کو خرچ کرتا ہے تو اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ لیکن جب بالغ ہو جاتا ہے۔ اس وقت اگر ان طاقتوں کو خرچ نہ کرے بلکہ بند رکھے تو اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ کتنا بڑا تغیر ہے۔

اس کے بعد ایک اور زمانہ آتا ہے۔ یعنی جوانی کے بعد ادھیڑ عمر جوانی میں اگر اپنی طاقتوں کو

صرف کرنے سے پرہیز کرتا ہے تو اس کی صحت کمزور ہو جاتی ہے اور مختلف قسم کے بوجھ اٹھانے کی طاقت اس میں پیدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح اب اگر غذا میں کھانے پینے میں پرہیز نہیں کرتا تو اس کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے جس طرح جوانی میں اگر احتیاط کرتا تو نقصان ہوتا۔ جو لوگ جوانی میں بہت پرہیز کرتے ہیں۔ وہ ادھیڑ عمر میں بہت کمزور ہو جاتے ہیں۔

تو جوانی کے بعد ادھیڑ عمر کا زمانہ آتا ہے اس میں ایک اور تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ جوانی میں اگر مجاہدات کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان کے ذریعہ ترقی ہوتی ہے تو اب یہ ضرورت ہوتی ہے کہ انسان نفس کی طاقت کو قائم رکھے۔ ورنہ نقصان پہنچتا ہے۔

پھر انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں ایک اور تغیر آتا ہے اور وہ یہ کہ پہلے تو پرہیز کرنے کی ضرورت ہوتی تھی مگر اب قدرتی طور پر ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں کہ اگر انسان بدپرہیزی کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا۔ دانت ٹوٹ جاتے ہیں نازک اور کام کرنے کی قوتیں ضائع ہو جاتی ہیں اور نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ عقلی اور روحانی حالت کے لحاظ سے بھی انسان ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت ہی قائم رکھے تو رہ سکتا ہے۔ اسی لئے جسمانی اور روحانی انسانوں میں فرق ہوتا ہے۔ جسمانی انسان جتنے بوڑھے ہوتے ہیں اتنی ہی ان کی طاقتیں کمزور اور قابلیتیں زائل ہوتی جاتی ہیں لیکن جو روحانی انسان ہوتے ہیں ان کی طاقتوں میں ترقی ہوتی جاتی ہے جسمانی انسان بڑھاپے میں علم بھی بھول جاتے ہیں اور وہ عالم نہیں رہتے۔ لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن روحانی انسان جتنے بوڑھے ہوتے ہیں اتنی ہی زیادہ ان کے علوم میں ترقی ہوتی ہے اور وہ یوں دنیا کے لئے زیادہ نفع رساں ہوتے ہیں۔ یورپ میں سائنس دان جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو پھر ان کی وہ قدر نہیں رہتی جو جوانی کے ایام میں ہوتی ہے اور ان کے متعلق کہدیا جاتا ہے کہ یہ پرانے لوگ ہیں۔ مگر نبی جتنے بوڑھے ہوتے ہیں اتنے ہی زیادہ فیوض دنیا کو پہنچاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود ۷۴ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ گو آپ کی ابتدائی کتابیں بھی بے نظیر ہیں مگر پہلی اور آخری کتابوں میں وہی نسبت معلوم ہوتی ہے جو سورج کے مقابلہ میں ستاروں کو ہے۔

میں نے بڑے بڑے مصنفوں کی کتابوں کے متعلق رائیں پڑھی ہیں اور مجھے شروع سے شوق رہا ہے کہ مصنفوں کے حالات پڑھوں۔ میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے مصنفوں کی جتنی بڑی اور مشہور کتابیں ہیں وہ ان کے جوانی کے زمانہ کی لکھی ہوئی ہیں۔ مگر نبیوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ سب سے آخری کتاب اس سے پہلی سے زیادہ شاندار ہوتی ہے اور اس سے پہلی اس سے پہلی سے۔

یہ تو میں نے تغیرات کی موٹی موٹی باتیں بیان کی ہیں۔ ورنہ ہر لمحہ اور ہر لحجہ میں تغیر ہوتا ہے اور اگر ان احتیاطوں کو مدنظر نہ رکھا جائے جو اس وقت ضروری ہوتی ہیں تو انسان ترقی نہیں پا سکتا۔

مثلاً جب انسان باپ کے جسم میں ہوتا ہے اس وقت اگر وہ احتیاطیں نہ کی جائیں جن سے نطفہ پیدا ہوتا ہے تو انسان پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ نطفہ ساتھ کے ساتھ مرتا جاتا ہے۔ اسی طرح جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس وقت اگر ضروری احتیاطیں نہ کی جائیں تو ماں کے پیٹ میں ہی مرجائے گا اور دنیا میں نہ آئے گا۔ پھر جب پیدا ہوتا ہے اس وقت اگر مناسب احتیاطیں نہ کی جائیں یا وہ احتیاطیں کی جائیں جو بلوغت میں کرنی چاہئیں تو بھی نہیں بچے گا یا پھر جب اس کے دانت نکل آئیں اس وقت اس کے لئے وہ احتیاطیں کی جائیں جو دودھ پیتے بچے کے لئے ضروری ہوتی ہیں یا بلوغت کے قریب پہنچے ہوئے بچے کے لئے۔ تو یا تو وہ مرجائے گا یا اس کی جسمانی اور دماغی حالت بہت کمزور ہو جائے گی۔ پھر جب وہ بلوغت کو پہنچے اس وقت اگر وہ احتیاطیں کی جائیں گی جو بھرپور جوانی میں کرنی چاہئیں یا جو بچپن کے لئے مناسب ہیں تو یا تو اس کا جسم ضائع ہو جائے گا یا روح ضائع ہو جائے گی۔ یہی ہر حالت کا حال ہے۔ تب ہی اور صرف تبھی ترقی ہو سکتی ہے جبکہ ہر زمانہ کے حالات کو مدنظر رکھا جائے اور ان کے مطابق پرہیز کیا جائے۔

جس طرح انسانوں میں یہ تغیرات ہوتے ہیں اسی طرح قوموں میں بھی ہوتے ہیں۔ قوموں کی حالت بھی ایک وقت نطفہ کی ہوتی ہے۔ قومیں بھی ماں کے پیٹ میں بچہ کی طرح ہوتی ہیں۔ قومیں بھی بالغ ہوتی ہیں۔ ادھیڑ عمر کو پہنچتی ہیں۔ بوڑھی ہو جاتی ہیں اور اس حالت کو بھی پہنچ جاتی ہیں کہ جس طرح کہتے ہیں فلاں انسان مرگیا۔ اسی طرح قومیں بھی مرجاتی ہیں اور جس طرح انسانوں سے مختلف حالات میں مختلف سلوک ہوتا ہے اسی طرح قوموں کے لئے بھی ایسا ہی ہونا ضروری ہے ورنہ اگر نگران اس بات کا خیال نہ رکھیں تو قومیں بھی ترقی نہیں کرتیں بلکہ مرجاتی ہیں۔ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ہے اور خدا تعالیٰ کا قانون جس طرح اوروں پر چلتا ہے اسی طرح ہمارے اوپر بھی چلتا ہے۔ پیچھے میں نے جو کچھ سنایا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے کسی بندہ کا بنایا ہوا نہیں۔ اگر کسی بندہ کا بنایا ہوتا تو انسان چونکہ وہ حکمتیں نہ سمجھتے جو خدا تعالیٰ نے اس قانون میں رکھی ہیں۔ اس لئے وہ تو یہی تجویز کرتے کہ ماں کے پیٹ سے بچہ پیدا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ یوں ہی پیدا ہو جایا کرے۔ پھر بچپن کی حالت کی کیا ضرورت ہے پورا انسان پیدا ہو جائے۔ پھر کہتے موت کی کیا ضرورت ہے انسان ہمیشہ زندہ ہی رہے۔ حالانکہ انسان کی ساری ترقی انہی تغیرات پر ہے۔ ان تغیرات کو اگر اٹھا دیا جائے تو ساری ترقی بیخ و بن سے اکھڑ جاتی ہے۔

پس خدا تعالیٰ نے یہ قانون بنایا ہے اور جس طرح یہ قانون انسانوں کے لئے ہے اسی طرح قوموں کے لئے بھی ہے اور اس سے ہم آزاد نہیں ہو سکتے۔ بندوں کے قانون سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ لیکن خدا کے قانون سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ اگر افغانستان کی حکومت کوئی قانون بناتی ہے تو

ہم اس کی پابندی سے آزاد ہوتے ہیں کیونکہ ہم انگریزوں کے ماتحت رہتے ہیں۔ اور اگر انگریز کوئی ایسا قانون بناتے ہیں جس کی پابندی ہم نہیں کرنا چاہتے تو اس ملک کو چھوڑ کر عرب' افغانستان وغیرہ ممالک میں جا سکتے ہیں۔ اسی طرح اور ممالک میں ہو سکتا ہے اور بعض جگہ تو وہ قانون ہی بدل دیا جا سکتا ہے جو ناقابل عمل ہو۔ اور یہ اسی جگہ ہو سکتا ہے جہاں رعایا کو آزادی حاصل ہو۔ مگر یہ خدا کا قانون ہے اس کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اور جب تک اس کے ماتحت اپنی زندگی کو نہیں لاتا۔ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ نے کامل انسان کی مثال نطفہ سے دی ہے جیسے سورۂ مومنون میں بیان فرمایا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت سے اس کی تفصیل براہین احمدیہ حصہ پنجم میں فرمائی ہے۔ پس قومیں نطفہ کی طرح ہوتی ہیں اور پھر اس سے ترقی کرتی ہیں اور ان کے لئے اسی طرح حالات بدلتے رہتے ہیں جس طرح نطفہ کے لئے۔ اس کے بغیر کوئی ترقی نہیں کر سکتیں۔

ہماری جماعت کی حالت بھی ایسی ہے کہ یہ ان مدارج میں سے گذر رہی ہے اور بلحاظ اس کے کہ نئی جماعت ہے اور ان حالات میں سے نہیں گزر چکی۔ جن میں سے گزرنا کمال تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے۔ اس کی حالت بچہ کی سی ہے۔ مگر اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ جو ایمان لاتے ہیں۔ یا بعض جماعتیں جو ایمان لاتی ہیں' کہتی ہیں جس دن ہم نے بیعت کی اسی دن کامل ہو گئے۔ حالانکہ یہ ایسی ہی بات ہے جیسا کہ کہا جائے جس دن بچہ نے پیدا ہو کر سانس لیا اسی دن کامل انسان ہو گیا۔ لیکن کیا وہ بچہ جو آج پیدا ہو۔ وہ اور وہ جو ماں باپ اور استادوں کی تربیت میں کئی سال رہا ہو۔ برابر ہو سکتے ہیں۔ میں نے ابھی بتایا ہے کہ مختلف تغیرات میں مختلف حالات ہوتے ہیں اور جب تک کوئی ان حالات میں سے نہ گزرے ترقی نہیں کر سکتا۔ دیکھو ایک وقت کہا جاتا ہے کہ اب بچہ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں خود کھاتا کماتا ہے۔ مگر ایک وقت وہ ہوتا ہے کہ ماں کو کہا جاتا ہے کسی وقت بچہ کو اکیلا نہ چھوڑے پھر ایک وقت تو اتنا بھی پسند نہیں کیا جاتا کہ ماں بچہ کو چھوڑ کر دوسرے کمرہ میں چلی جائے مگر ایک وقت آتا ہے جب پسند ہی نہیں کیا جاتا بلکہ ضروری قرار دیتے ہیں کہ لڑکا بیوی کو لے کر الگ رہے۔ یہی حالت روحانیت کی ہوتی ہے۔ اس میں بھی جب تک انسان مختلف تغیرات میں سے نہ گزرے کامل نہیں ہو سکتا۔ دنیاوی علوم کے لحاظ سے خواہ کوئی بی۔اے یا ایم۔اے ہو جائے مگر روحانیت میں اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک روحانیت کے لئے کوشش شروع نہ کرے گا اور اس میں لمبے عرصہ کے بعد کامل ہوگا جس طرح دنیاوی علوم لمبے عرصہ اور محنت کے بعد اور استادوں کی نگرانی میں انسان سیکھتا ہے اسی طرح روحانیت بھی لمبے عرصہ میں محنت کرنے اور روحانی انسانوں کی نگرانی میں رہنے سے حاصل ہو سکتی

ہے اور کوئی شخص اس قانون کو چھوڑ کر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی پہلے دن ایم۔اے کی کتابیں لیکر پڑھنا سیکھے تو ساری عمر خرچ کر دینے پر بھی کچھ نہ سیکھ سکے گا۔ پہلے ا۔ب شروع کرے گا پھر الفاظ سیکھے گا پھر فقرے بنائے گا۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ ترقی کرتا جائے گا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے جوڑ کر عمارت تیار کرے گا۔ اور ایم۔اے یا مولوی کہلائے گا۔ ورنہ اگر وہ کہے کہ اس قانون پر عمل کئے بغیر ایم۔اے بن جاؤں تو ناکام رہے گا۔

اسی طرح روحانی حالت میں ہوتا ہے پہلے انسان کو اپنے نفس پر ایسے قانون جاری کرنے پڑتے ہیں جیسے چھوٹے بچہ پر جاری ہوتے ہیں۔ پھر ترقی کرتا ہے اور جوں جوں حالات بدلتے جاتے ہیں اس کے لئے پابندیاں بھی بدلتی جاتی ہیں۔ ابتدائی حالت میں اس کا یہ کہنا کہ فلاں کی یہ حالت ہے۔ میں بھی کیوں اس کی طرح نہ کروں۔ نادانی ہوگی۔ دیکھو باپ جب بچہ کو کہے کہ میری اجازت لیکر باہر جایا کرو۔ تو کیا بچہ کا یہ کہنا کہ تم کس کی اجازت سے جاتے ہو۔ درست ہو سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ باپ تو وہ زمانہ گزار چکا ہے جب اجازت لینے کی ضرورت تھی اور اب اسے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن بچہ کا اب وہ زمانہ ہے۔ اسی طرح قوموں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ جب تک ان کی حالت بچپن کی سی ہو۔ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی اس سے ہدایات لیں جس کے سپرد ان کی نگرانی ہو اور پھر کوئی کام کریں۔ جب تک کسی قوم کی روایات قائم نہ ہوں۔ اس وقت تک اسے ہدایات کی سخت پابندی کرنی چاہیئے۔ جو بچہ اپنے نگران کی ہدایات پر عمل کرنے کی بجائے جوان آدمی کی نقل کرنے لگے گا۔ وہ ہلاک ہو گا۔ اسی طرح وہ قوم جس کے لئے اس کی روایات نہیں اور مثالیں موجود نہیں وہ اگر کسی جوان قوم کی نقل کرے گی تو تباہ ہوگی۔ مگر افسوس کہ بہت لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں اور جانتے نہیں کہ کوئی قوم قوم نہیں بن سکتی جب تک سخت مجاہدات کرکے جوانی کی عمر تک اسے نہ پہنچائیں۔ جب قوم جوانی کی حالت کو پہنچ جائے گی قانون بن جائیں گے روایات قائم ہو جائیں گی' تو پھر اس قدر پابندیوں اور اس قدر نگرانی کی ضرورت نہ رہے گا۔ دیکھو اگر دو جوان آدمیوں کو کسی جگہ بٹھا دیں تو وہ آپس میں نہیں لڑیں گے لیکن اگر دو بچے بیٹھے ہوں گے تو جھٹ لڑنا شروع کر دیں گے۔ وجہ یہ کہ ان کی تربیت نہیں ہوئی ہوتی اور وہ نگرانی کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور جب تربیت میں سے انسان گزر جاتا ہے تو پھر اسے خیال ہی نہیں ہوتا کہ کسی بات کی پابندی کر رہا ہوں کیونکہ وہ عادی ہو جاتا ہے۔ مثلاً چھوٹا بچہ جب منڈیر پر جھانکے اور ماں باپ روکیں تو روتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھ پر جبر کر رہے ہیں۔ مگر جب بڑے جھانکا کرتے ہیں۔ کیوں ان کو کوئی روکتا نہیں۔ اور حکم نہیں دے رہا ہوتا کہ مت جھکو۔ لیکن وہی بچپن کا حکم ان کے پیش نظر ہوتا ہے۔ اور اس حکم کی غیر معلوم آواز کے وہ پابند ہوتے ہیں۔

ہماری جماعت اگر ترقی کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ سخت مجاہدات کرکے اپنے آپ کو جوانی کے مقام پر پہنچائے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ لوگ چھوٹی چھوٹی پابندیوں پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ حریت کا لفظ انہوں نے سنا ہوا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں اگر اب ہم نے اسے استعمال نہ کیا تو اور کس وقت کریں گے۔ مگر ان کی حریت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے علاقہ ملکانہ سے ایک شخص نے لکھا کہ ادھر تو احمدی ہیں ہی نہیں۔ سب غیر احمدی اور ہندو ہیں۔ میں حکم کے ماتحت یہاں ٹھہرا ہوا تو ہوں۔ مگر خیال آتا ہے کہ قرآن کریم کا یہ حکم کہ **لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ** کس وقت کے لئے ہے۔ اس کو اس حکم کا وہی موقع نظر آیا۔

اس وقت ہماری جماعت جس حالت میں سے گزر رہی ہے اس میں اسے پابندیوں کی سخت ضرورت ہے۔ پس میں اپنی جماعت کو یہی نصیحت کروں گا کہ اگر تم ترقی اور کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو تربیت کے ماتحت رہ کر ہی حاصل کر سکتے ہو۔ جب تک پابندیوں کے لئے تیار نہ ہو گے اور جب تک احکام کے جوئے کے نیچے گردن نہ رکھ دو گے کچھ ترقی نہ کر سکو گے بے شک جوتا پہلے پہل بوجھل لگتا ہے۔ مگر جب عادت ہو جائے تو پھر اس کا احساس بھی نہیں رہتا۔ دیکھو بچوں کو بمشکل جوتی پہنائی جاتی ہے گھر میں بچوں کو جب جوتی پہناتے ہیں تو وہ پھینک کر باہر بھاگ جاتے ہیں۔ اور جب زور دیا جائے تو ان کے چہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے بڑی پابندی سمجھ رہے ہیں۔ لیکن بڑے آدمی کو کہو کہ جوتی نہ پہنے تو وہ کہے گا یہ بدتہذیبی ہے۔ اسی طرح نیک کام کا بھی جب انسان عادی ہو جاتا ہے تو پھر اسے اس کی پابندی گراں نہیں گزرتی۔ حضرت مسیح کہتے ہیں موت کے لئے روح تو تیار ہے۔ مگر جسم تیار نہیں۔ کیوں اس کا عادی نہیں تھا۔ چاہیئے کہ ہماری جماعت کے افراد خواہ وہ قادیان میں رہتے ہوں یا باہر اپنے آپ کو ہر بات میں ہدایات اور قوانین کا پابند بنائیں اور اس کی ایسی عادت ڈالیں کہ ان کو قوانین معلوم ہی نہ ہوں۔ دیکھو بچے ننگے پاؤں پھرتے ہیں مگر بڑے ہو کر نہیں چاہتے کہ جوتی نہ پہنیں۔ بچے پڑھتے نہیں مگر بڑے ہو کر پڑھتے ہیں کیونکہ اسی میں فائدہ سمجھتے ہیں۔ تمہاری یہی حالت ہو۔ اور اب اگر ہدایات کی پابندی کی عادت ڈالو گے تو پھر ان کی پابندی کرنے میں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ عادت تو بری بھی جس کو پڑ جاتی ہے وہ کرتا رہتا ہے۔ پھر اگر نیکی کی عادت ڈالو گے تو وہ کیوں اچھی نہ لگے گی۔ پس پورے طور پر قوانین کے فرمانبردار بن جاؤ اور اطاعت کی عادت ڈالو ورنہ یاد رکھو قطعاً" ترقی نہ حاصل ہوگی۔ قوانین کی پابندی چھوڑ کر نہ پہلے کسی قوم نے ترقی کی ہے نہ اب کر سکتی ہے۔ اپنے اپنے زمانہ کی پابندیوں کو مدنظر رکھنے کی وجہ سے پہلے لوگوں نے ترقی کی۔ اسی طرح تم کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو ان رستوں پر چلائے جو کامیابی کے رستے ہیں اور کامیابی کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے ان کے سمجھنے اور ان پر عمل

کرنے کی توفیق دے۔

(الفضل ۱۰؍ اگست ۱۹۲۳ء)